AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نیر مسعود کی افسانہ نگاری: تہذیبی زوال اور نفسیاتی پیچیدگیوں کا تنقیدی جائزہ

Naiyer Masud's Short Stories: A Critical Study of Cultural Decline and Psychological Complexity

رابعہ خان

وزٹنگ لیکچرار، اردو ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، گلستان کالونی، فیصل آباد

Abstract

This research paper examines the short fiction of Naiyer Masud with a particular focus on the representation of cultural decline and psychological complexity. Naiyer Masud is regarded as one of the most distinctive voices in modern Urdu literature, known for his unique narrative style, symbolic depth, and subtle thematic expression. The main objective of this study is to analyze how Masud portrays the gradual decay of traditional Lucknow culture alongside the inner psychological conflicts of his characters. His stories reflect a world marked by fading values, social disintegration, and existential uncertainty, where cultural transformation and individual mental states are deeply interconnected. The significance of this research lies in highlighting Masud's innovative contribution to Urdu fiction through his use of abstraction, ambiguity, and open-ended narratives that actively engage the reader in the process of interpretation. His narrative techniques, such as first-person narration, flashback, and symbolic imagery, construct a complex fictional universe that reveals multiple layers of meaning. The findings suggest that Naiyer Masud not only captures the decline of a cultural milieu but also explores profound psychological themes including fear, alienation, desire, and moral ambiguity. His stories challenge conventional storytelling by avoiding fixed conclusions and instead encouraging reflective reading. In conclusion, Naiyer Masud's short fiction represents a powerful fusion of cultural memory and psychological insight, establishing him as a significant and innovative figure in Urdu literature.

نیر مسعود کا شمار اردو ادب کے اہم افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے افسانوں کی وجہ سے سب سے الگ اور منفرد مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے افسانوں کے ذریعے اردو ادب کو منفرد اسلوب سے روشناس کروایا ہے۔ نیر مسعود نے اپنی افسانہ نگاری کی بدولت اردو افسانہ نگاری کے اُفق پر کئی تبدیلیاں رُونما کی ہیں اور اپنے فکر و فن سے قارئین کو متاثر کیا ہے۔ ان کے افسانے افسانوی کینوس میں رنگ بھرنے میں معاون ثابت ہوئے ہیں۔ ان کے افسانوں کے ہندی، اسپینی، انگریزی، فرانسیسی اور دیگر زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ نیر مسعود کے پانچ افسانوی مجموعے سیمیا (۱۹۸۴ء)، عطر کافور (۱۹۹۰ء)، طاؤس چمن کی مینا (۱۹۹۸ء)، گنجفہ (۲۰۰۸ء) اور دھول بن (۲۰۱۱ء) شائع ہو چکے ہیں۔ نیر

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مسعود کی افسانہ نگاری بظاہر سادہ معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں تخیل کی پیچیدگی اور معنوی گہرائی پائی جاتی ہے۔ جدید ادب میں ان کی شہرت ایک جدید افسانہ نگار کی حیثیت سے ہے۔ ان کو اسی منفرد اسلوب میں لکھے ہوئے افسانوں کی بدولت غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔

نیر مسعود کے افسانے موضوعاتی اعتبار سے انفرادیت کے حامل ہیں۔ نیر مسعود نے جس وقت افسانہ لکھنا شروع کیا وہ تجریدی افسانے کا دور تھا۔ اس وقت تجریدیت کے زیرِ اثر مبہم افسانے لکھے جا رہے تھے۔ جدیدیت کے زیر اثر تجریدی تاثر نیر مسعود کے افسانوں میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ آصف فرخی نے نیر مسعود کی افسانہ نگاری کے بارے میں لکھا ہے:

> "نیر مسعود صاحب نے افسانہ نگاری کو اپنی ادبی زندگی کے ایک نئے مرحلے کے طور پر اختیار کیا. اور اس طرح اختیار کیا کہ افسانہ ان کی ادبی شناخت کا اہم جزو بن گیا اور ان کا شمار اردو کے معدودے چند منفرد اور صاحب طرز افسانہ نگاروں میں کیا جانے لگا" [۱]

نیر مسعود نے اپنے افسانوں کے موضوعات اپنے ارد گرد کے ماحول سے کشید کیے ہیں۔ انھوں نے لکھنو کی مٹتی ہوئی تہذیب کو موضوع بنایا ہے۔ اس کے پیش نظر ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس کرتے ہوئے نفسیاتی الجھنیں، معاشرتی اور ثقافتی زوال کی عکاسی کی ہے۔ انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی تو انگریزی تہذیب نے جڑیں مضبوط کرنا شروع کر لی جس وجہ سے لکھنوی تہذیب زوال کا شکار ہونے لگی۔ نیر مسعود کے افسانہ "جرگہ" میں لکھنو کی معدوم ہوتی تہذیب و تمدن کو دکھایا گیا ہے. اس افسانے میں بیان کیے گئے واقعات حقیقت کے بہت قریب ہیں. اُس وقت نواب ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہوئے انگریزوں کی نظر میں اچھا بننے کی کوشش کرتے تھے. اس لیے انگریزی الفاظ کا استعمال بھی کر رہے تھے. جبری طور پر انگریز حکومت کو خود پر مسلط بھی کر چکے تھے. انگریز حکومت آہستہ آہستہ اپنی حکمت عملی تمام شہروں پر لاگو کر چکی تھی. اس افسانے میں اودھ کی تہذیب کے زوال کی عکاسی نہایت شاندار طریقے سے کی گئی ہے۔

> "ہاں؟ تو آج منظور صاحب کے یہاں دعوت اُڑے گی!
>
> دعوت نہیں، ارشاد نے بڑی متانت کے ساتھ جواب کہا صرف آئسکریم!
>
> اجازت مل گئی؟
>
> اجازت کی ایسی کی تیسی، ایک تولے کی ہماری آئسکریم گرا دی....
>
> محمد میاں، ہمارا سر گرم نہ کرو!
>
> آپ بھی ارشاد میاں مذاق کا برا مان جاتے ہیں. بیٹھیے چائے دیتا ہوں.

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

چائے نہیں۔
صرف آئس کریم؟
صرف!"(۲)

نیر مسعود کے افسانوں میں جنسی اور نفسیاتی الجھنیں واضح طور پر بیان کی گئی ہیں. داخلی زندگی میں موجوس الجھنوں کی عکاسی کو مصوری کا نام دیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہو گا. افسانہ "او جھل" میں نیر مسعود نے ایک کم سن لڑکے کی نفسیاتی باریکیوں اور الجھنوں کی پردہ کشائی کی ہے. اس افسانے میں ذہنی یا نفسیاتی حالت کی تمثیل منظر کشی کا حق ادا کرتی ہے. دونوں کردار نفسیاتی الجھن کا شکار ہیں. ایک دوسرے پر جذباتی لحاظ سے مہربان ہوتے ہیں تو وہم آ پکڑتا ہے کہ دروازے سے کوئی دیکھ رہا ہے. زینے اور کمرے کے دروازے اپنے ہاتھوں سے بند کر چکے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی مسلسل اسی نفسیاتی الجھن کا شکار رہتے ہیں۔

"کوئی دیکھ رہا ہے. اس نے بہت آہستہ سے کہا اور دروازے کی طرف اشارہ کیا. میں نے مڑ کر بند دروازے کو دیکھا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ باہر کوئی دروازے کی جھری کے پاس جھک کر پیچھے ہٹا اور پھر جھری کے پاس آ کر جھک گیا ہے. یہ کئی بار ہوا. ہم دونوں خاموشی کے ساتھ دروازے کو دیکھتے رہے."(۳)

نیر مسعود نے تہذیبی زوال کے زیر اثر ہونے والی خرابیوں کو افسانے میں واضح کیا ہے. حکومتی اثر و رسوخ کے نتیجے میں جو خود غرضی اور مال کی ہوس جنم لے رہی تھی اسے نیر مسعود نے افسانے کے ذریعے بیان کیا ہے. "مارگیر" افسانہ بیانیہ انداز میں لکھا گیا ہے. اس افسانے کے آغاز میں خوف کی فضا بھی پیدا ہوتی ہے. اس خوف کی مکمل عکاسی مکالموں کے ذریعے سے کی گئی ہے جو کہ نیر مسعود کی فنی پختگی کا ثبوت ہے. افسانے کے اس اقتباس سے خوف اور نفسیاتی الجھاؤ واضح ہوتا ہے.

"مارگیر! مارگیر!
رات کے سناٹے میں یہ آواز گونجتی. پکارنے والا کبھی بوڑھا ہوتا، کبھی جوان، کبھی کوئی عورت ہوتی اور کبھی کوئی بچہ. اس لیے ان آوازوں میں بڑا فرق ہوتا ہو گا مگر مجھ کو ہمیشہ یہ ایک ہی آواز معلوم ہوتی تھی.
مارگیر! مارگیر!"(۴)

نیر مسعود نے افسانہ "مارگیر" کے ذریعے خود غرضی، مجبوری اور مالی ہوس کو بیان کیا ہے کہ کبھی کبھی انسان کو خود کو زندہ رکھنے اور جینے کی مجبوری ہوتی ہے. اس لیے زندگی، موت، خرید و فروخت اور منافع خوری ان سب باتوں کو خود غرضی کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے. مصنف

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com/
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نے صنعت کاروں، دولت کے حریض تاجروں کی نفسیات کی عکاسی بہت بہترین انداز میں کی ہے جن کے ہاتھوں جنگلات کا استحصال، بربادی، مفاد پرستی اور خود غرضی کی عکاسی کی گئی ہے. مار گیر جو لوگوں کے لیے مدد گار کی حیثیت سے مہرے سے سانپ کا زہر نکالتا اور جڑی بوٹیوں سے علاج کرتا. اس کا مہرہ ہی غائب کر دیا جاتا ہے. مار گیر کو زہر کے علاج کی ضرورت ہوئی تو مدد گار نے مدد سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں زہر کے تمام علاج بھول چکا ہوں. اس افسانے میں مار گیر کو خود غرضی کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے اس کا قلع قمع کر دیا جاتا ہے. نیر مسعود اس سب کی تصویر کشی کرتے ہے.

"خالی بستر کے قریب فرش پر مار گیر پڑا ہوا تھا. اس کا ایک ہاتھ آگے کو بڑھا ہوا تھا. دوسرا ہاتھ بستر کو اس طرح دبوچے ہوئے تھا کہ آدھا بستر نیچے کی طرف ڈھلک آیا تھا. میں نے بستر کو آہستہ سے سرکا کر ٹھیک کیا اور مار گیر کا ہاتھ زمین سے لگ گیا۔"(۵)

نیر مسعود نے حکومت اور عوام کے درمیان ہونے والی ہنگامی صورتحال کی بھی عکاسی کی ہے. عوام اور ان کا خلیفہ حکومت وقت کے سامنے اپنی شناخت سے محروم ہیں. جس سبب حکومت کی حکمت عملی عوام کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے. "اہرام کا میر محاسب" افسانہ میں ان چپقلشوں کی وضاحت کی گئی ہے.

نیر مسعود نے سماجی بے حسی اور مفاد پرستی کی عکاسی خوبصورت انداز سے کی ہے کہ قاری خود پر اس غم کو محسوس کرتا یے جو کرداروں پر ہوتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ افسانہ "بائی کے ماتم دار" میں ایک قصے سے کئی اور قصے جوڑتے ہوئے لوگوں کی بدلتی ہوئی سوچ، ان کی بے حسی، سماجی رویہ اور تہذیبی اقدار کے خاتمے کو دکھایا ہے کہ مردے کے جسم سے لگے زیورات کو ماتم کی آڑ میں اتار لیا جاتا یے اور یہ دولت کی حرص ولالچ مرد و عورت دونوں میں یکساں پایا جاتا ہے۔ ایک دلھن کا شوہر دفنانے کے بعد رات کو قبر کھود کر زیور نکالنے گیا اور بے ہوش ہو گیا، اس طرح اس کا راز فاش ہو گیا۔ دوسرے قصے میں بھی وضاحت کی گئی ہے کہ بائی کی موت کے بعد ان کے ماتم داروں نے روتے پیٹتے ہوئے بندا، انگوٹھی اور باقی تمام زیور اتار لیا۔ لالچ، ہوس اور بے حسی کی مکمل تصویر نیر مسعود بیان کرتے ہیں۔

"اسی رات ایک آدمی چپکے سے قبرستان میں پہنچا اور تازہ قبر کھول کر اس کے اندر اتر گیا۔ اس کی چیخیں سن کر آس پاس کے لوگ دوڑے تو دیکھا وہ قبر میں دلھن کے پاس بے ہوش پڑا ہوا ہے اور اس کے ہاتھوں اور چہرے پر زیوروں کے نشان ثبت ہیں۔ دونوں گھروں کے لوگ بھی اطلاع ملتے ہی قبرستان پہنچے۔ تب پتا چلا کہ قبر میں اترنے والا اس دلھن کا شوہر ہے۔"(۶)

درج بالا افسانے میں نیر مسعود نے لالچ، ہوس، دولت پرستی کی جو تصویر پیش کرتے ہوئے سماجی حقائق سے پردہ اٹھایا ہے، اس کی مثال آپ ہیں۔

نیر مسعود نے حقائق بیان کرتے ہوئے روز مرہ زندگی کے مسائل، مصائب اور مشکلات کو مختلف کرداروں کے ذریعے واضح کیا ہے۔ ان کرداروں کی نفسیاتی الجھنوں کو اشاراتی کیفیت میں واضح کیا ہے۔ افسانہ "شیشہ گھاٹ" میں افسانہ نگار نے قدرتی کمزوری اور محتاجی کے احساس کے باعث محرومی کے اثرات میں ڈوبے کرداروں کی تصویر کشی کی ہے۔ راوی ہکلاہٹ کا شکار ہے۔ وہ بات کر رہا ہوتا ہے تو لوگ اسے نفرت آمیز انداز میں خاموش کروادیتے ہیں، یہ ہتک، محرومی اور کمی کا احساس اس میں مزید ہکلاہٹ پیدا کرتا ہے اس میں اعتماد کی کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی افسانے میں پریا کا کردار بھی احساس محرومی و کمتری کا عکاس ہے۔ اس افسانے میں کردار کی محرومی کو پیش کرتے ہوئے معاشرتی سرد مہری کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ معاشرے کے افراد کسی کی محرومی اور کمزوری کو برائی خیال کرتے ہوئے جو بیچ رویہ اختیار کرتے ہیں وہ احساس محرومی کو مزید ہوا دے دیتا ہے۔

"وہ اگر کبھی مجھے ڈانٹتا تو اسی بات پر تھا۔ لیکن میری مجبوری یہ تھی کہ میں بیچ سے بات شروع نہیں کر سکتا تھا۔
وہ کبھی صبر سے میری بات سنتا اور کبھی ہاتھ اٹھا کر کہتا:
"اچھا بس کرو"
لیکن میری مجبوری یہ بھی تھی کہ میں بات ادھوری نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ بڑی بے چینی ہونے لگتی تھی۔ آخر وہ مجھے ہکلاتا چھوڑ کر چلا جاتا اور میں اکیلا بولتا رہ جاتا۔ اس وقت کوئی مجھے دیکھتا تو ظاہر سے پاگل سمجھتا۔"(۷)

نیر مسعود نے موضوعات کے بیان میں انفرادیت سے کام لیا ہے۔ محکموں کی حرام خوری، رشوت خوری اور بے ایمانی جیسے موضوعات کو راوی کے خواب کی تصویر کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ افسانہ "اکلٹ میوزیم" اس کی مثال ہے نیر مسعود اپنے عہد کے منفرد افسانہ نگار سمجھے جاسکتے ہیں جنھوں نے ایسی فنی تکنیک کے ذریعے موضوعات کو بیان کیا ہے۔ نیر مسعود نے افسانہ نگاری کی عام روش سے ہٹ کر منفرد انداز اختیار کیا ہے۔ نیر مسعود کو ان کے اسلوب کی بنا پر پہچان حاصل ہوئی ہے۔ نیر مسعود نے زیادہ تر افسانوں میں واحد متکلم (راوی) کردار کو ہی برتا ہے، بہت ہی کم ایسے افسانے ہیں جس میں کرداروں کے نام واضح ہیں ورنہ صرف رشتے اور پیشے کے ذریعے ہی کردار نگاری کی گئی ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com/
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

"میں دیر تک ان کو سہارا دیئے بیٹھا رہا۔ میں نے اس مکان کا راستہ یاد کرنے کی کوشش کی۔ میں نے ان دنوں کا تصور کیا جب میں اپنی والدہ کے ساتھ وہاں جایا کرتا تھا۔ میں نے اس مکان کا نقشہ بھی یاد کرنے کی کوشش کی لیکن مجھے اس کے سوا کچھ یاد نہ آیا کہ اس کے صدر دروازے کے سامنے ایک ٹیلا تھا جو حکمیوں کا چبوترہ کہلاتا تھا۔ "(۸)

نیر مسعود کے افسانوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہر باب جہاں سے شروع ہوتا ہے اور جہاں سے ختم ہوتا ہے اور پھر جہاں سے دوسرا باب شروع ہوتا ہے سب میں ایک ربط اور تسلسل ہے اور یہ تسلسل تخلیقی، فکری اور معنوی نوعیت کا ہے۔ ہر باب بظاہر اپنی جگہ مکمل ہے لیکن ہر باب ایک دوسرے سے مربوط بھی ہے۔ افسانوں کے واقعات اپنے اندر نئے نئے معنی چھپائے ہوئے ہیں۔ کہانی کے باطن میں چھپے اسرار کو سمجھنا ہر قاری کے بس کی بات نہیں ہے۔ کہانی کا پلاٹ جو واقعات کی ترتیب پر مبنی ہوتا ہے اس میں نیر مسعود منفرد کمال رکھتے ہیں۔ افسانہ "تحویل" اس کی واضح مثال ہے۔

نیر مسعود نے اپنے بیشتر افسانوں میں فلیش بیک کی تکنیک کا استعمال کیا ہے۔ فلیش بیک کی تکنیک میں لکھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آگے کی کہانی کو جاننے کا تجسس قاری کا بام عروج تک پہنچا دیتا ہے۔ افسانہ "طاؤس چمن کی مینا" اس کا عکاس ہے۔

نیر مسعود کی افسانہ نگاری کی یہ منفرد خاصیت ہے کہ وحدت تاثر کو قائم رکھا گیا ہے۔ کہیں کہیں تاثر ٹوٹ بھی جاتا ہے۔ نیر مسعود کسی بھی افسانے کا حتمی نتیجہ نکال کر قاری کے سامنے نہیں کرتے بلکہ وہ آزادی دیتے ہیں کہ پڑھنے والا خود فکر و تخیل سے نتیجہ اخذ کرے۔ اگر اسی پہلو سے دیکھا جائے تو نیر مسعود قاری کی ذہنی و فکری صلاحیت کو وسعت دینا چاہتے ہیں۔

مجموعی طور پر نیر مسعود کے افسانوں کو سامنے رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو اسلوب، کردار نگاری، واقعہ نگاری، جزئیات نگاری، تہذیبی و معاشرتی پہلو، پلاٹ، اشاراتی بیان کیفیت نگاری، مکالمہ نگاری، جذبات نگاری اور علامت نگاری کے لحاظ سے نیر مسعود منفرد مقام کے حامل افسانہ نگار گردانے جاتے ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات کو جس فن سے بیان کیا ہے وہ قابل داد ہے۔ تہذیبی زوال، ماضی پرستی، مافوق الفطرت عناصر، خوف اور ڈر کا پہلو اور حکومتی ریشہ دوانیوں جیسے موضوعات کا فنکارانہ اظہار نیر مسعود کی انفرادیت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رسالہ آئندہ، کراچی، 2007ء، ص 42

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com/
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

۲۔ نیر مسعود، جرگہ، مشمولہ عطر کافور، لکھنو، نظامی پریس، 1990ء، ص97

۳۔ نیر مسعود، او جھل، مشمولہ سیمیا، لکھنو، نصرت پبلشرز، 1984ء، ص13

۴۔ نیر مسعود، مارگیر، مشمولہ سیمیا، ص63

۵۔ نیر مسعود، مارگیر، مشمولہ سیمیا، ص115

۶۔ نیر مسعود، بائی کے ماتم دار، افسانہ، مشمولہ، طاؤس چمن کی مینا، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، 2013، ص:11

۷۔ نیر مسعود، شیشہ گھاٹ، افسانہ، مشمولہ: طاؤس چمن کی مینا، ص:222

۸۔ نیر مسعود، مراسلہ افسانہ، مشمولہ: عطر کافور، نظامی پریس لکھنو، 1990، ص:17